یہودیت عیسائیت اور اسلام میں نکاح کا تصور
(تحقیقی، تنقیدی اور تقابلی جائزہ)

Concept of Marriage in Judaism, Christanity and Islam.
(Research, Critical and Comparative Analysis)

*ڈاکٹر محمد ریاض خان الازہری

**محمد وقاص

Abstract:

With the emergence of Islam two religions, Christianity and Judaism remain against it. Although these two religions are the main religions in the early stages of Islam and both were from Bani Israel and call Ibrahim as their forefather. These two religions were dominant at that time in terms of politics, knowledge, religion, economics. These two religions were opponents to each other through their actual opponent is nothing but Islam.

Although these two religions were heavenly religions and there were several clues, in the bible and Torah beside their distortion, about the appearance of the Prophet in the land of Arab. Jews and Christians were anxiously waiting for the Prophecy of Muhammad (PBUH) because there were clear pieces of evidence about the Prophecy of Muhammad (PBUH) in the prediction of Mosa and Eisa (AS). As soon as the news spread that the Prophet appeared from Banu Ismail who calls people to believe in his prophecy, soon they became alert and felt him as a threat to Christianity and Judaism in the future.

In a short span of time his invitation publicized and with such wisdom he called the people towards divine commandments that revolution occurred in Arab society and distortion of the bible and Torah unveiled. Contrary to the ignorant period he (PBUH) showed the people sympathy in a simple and neutral way. And declared their ignorant traditions morally and socially cancer for the society. But due to his personality and code of calling and remarkable character with few difficulties the society showed a tendency towards him and the revolution occurred.

Following- in the light of his teaching towards the social aspect- we will discuss marriage and the concept of marriage in Judaism and Christianity.

The summary of this discussion is as follows.

1. Introduction to marriage, its purpose, and importance.
2. The concept of marriage in Christianity, Islam, and Judaism.

---

*ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، اسلامیہ کالج یونیورسٹی، پشاور

**پی ایچ ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈ ریلیجیس سٹڈیز، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

3. The wisdom behind polygamy (More than one wife up to four) in Islam.
4. Answers to objections from Christianity about polygamy in Islam.
5. Marriages of Prophet Muhammad (PBUH) and their purposes politically, socially, religiously.

Keywords: *Marriage contract, Nikah, Divine Religions & Nikah, Rights of Spouse*

دنیا میں اسلام کے ظہور کے ساتھ ہی دو بڑی طاقتیں یہود و نصاریٰ ہر محاذ پر اسلام کے آمنے سامنے رہی ہیں، چونکہ ظہور اسلام سے قبل دنیا میں انہی دو مذاہب کا بول بالا تھا دونوں مذاہب بنی اسرائیل کی نسل میں سے تھے، اور حضرت ابراھیم علیہ السلام کو اپنا جد امجد ماننے کے دعویدار تھے، اور دنیا کی علمی، مذہبی، اقتصادی اور سیاسی بساط پر یہی دو مذہب چھائے ہوئے تھے۔ یہ دونوں مذاہب ایک دوسرے کے حریف ضرور تھے لیکن ان دونوں کا مشترکہ حریف اسلام کے سوا اور کوئی نہ تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے معاشرہ اخلاقی طور پر اسفل سافلین کی حدوں کو چھو رہا تھا اور عورت ان کیلئے دل بہلانے کی گڑیا بنی ہوئی تھی نکاح کا تصور انتہائی پیچیدہ صورتحال اختیار کر چکا تھا۔ لوگ طوئفوں کے پاس جاکر اپنی جنسی تسکین پورے کرنے بالکل معیوب نہ سمجھتے تھے۔ ایک ایک مرد کے نکاح میں دس دس، پندرہ پندرہ، عورتیں ہوتیں۔ عورتوں کو خرید و فروخت کا سامان تصور کیا جاتا تھا۔ بیوہ عورتوں کو کئی سال تک جانوروں کی طرح قید میں رکھا جاتا تھا۔ اور پیشہ ور عورتیں بطور علامت اپنے گھروں پر جھنڈیاں لگاتی تھی۔ بعض معاشروں میں تو اسے انسانیت کے درجے سے گرا کر حیوانوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ گویا کہ عورت ان کے ہاں ایک غیر معمولی حیثیت اختیار کر چکی تھی۔ یہ سارے رسم و رواج در حقیقت اس معاشرہ میں یہودیت اور نصرانیت کی تحریف شدہ تعلیمات کا نتیجہ تھیں جسے وہ دین اور مذہب تصور کرتے تھے۔

اگر مذہب یہود میں نکاح کے تصور کو دیکھیں تو ان کا تصور عورت کے لئے ایک جائیداد اور سامان کی طرح تھا جب تک چاہا اسے استعمال کیا اور جب چاہا چھوڑ دیا، جب چاہا اسے گھر لے آئے جی بھرنے پر اسے ذلیل و خوار کر کہ نکال دیا نکاح کا تصور بالکل مسخ ہو چکا تھا۔ اسی طرح اسکا حریف مذہب عیسائیت اس میں نکاح کے حوالے سے انتہائی سخت قوانین تھے پہلے پہل تو وہ نکاح کو اللہ کو بندے کے درمیان حائل تصور کرتے تھے اور پھر اگر اجازت بھی تھی تو نکاح کے بعد مرد یا عورت ہر حال میں ایک دوسرے کو برداشت کرنے کے قانون میں بند تھے۔ اگر غور سے دیکھیں تو ایک طرف کھلی چھوٹ اور دوسری طرف تنگ قوانین، ایک طرف افراط دوسری طرف تفریط، خاندانی نظام کا شیرازہ بکھر چکا تھا عورت کی عزت و آبرو اور نسوانی شرف قصہ پارینہ بن چکے تھے۔

اتنے میں اسلام عورت کیلئے رحمت کا پیام لے کر آیا اور اسے وہ حقوق عطا کئے جس سے اس دور کے دوسرے معاشرے یکسر نا آشنا تھے اور عورت کی سالہا سال سے کھوئی ہوئی عزت کو اس نے ان الفاظ میں بیان کیا:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ [1]

ترجمہ: "عورتوں کیلئے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔"

اس اعلان کے ساتھ یہ بتلادیا کہ انسانیت میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں ان میں کوئی تفاوت نہیں، دونوں کائنات کی افضل ترین مخلوقات ہیں، ہاں البتہ ایک گونہ فضیلت جو مردوں کو حاصل ہے وہ قدرت کی پیدا کردہ تفریق ہے اس میں نہ تو مرد کو اپنے اوپر نازاں ہونے کی ضرورت ہے اور نہ ہی عورت کو شرمسار ہونے کی۔ اس کے ساتھ ساتھ بے شمار جگہوں پر نکاح کے طریقے اور انکی حدود و قیود کو بھی متعین کر دیا۔

اس بحث کی ابحاث کا اجمالی خاکہ درج ذیل ہے:

- نکاح کا تعارف، مقاصد اور اہمیت۔
- یہودیت، عیسائیت اور اسلام میں نکاح کا تصور۔
- تعدد ازدواج کی حکمتیں اور مصالح۔
- یہود و نصاریٰ کے تعدد ازدواج پر اعتراضات کے جوابات۔
- آپ ﷺ کی تعدد ازدواج کے سیاسی، شرعی، سماجی اور معاشرتی مقاصد۔

اس بحث میں مختصراً یہودیت اور عیسائیت میں نکاح کے حقیقی تصور اور موجودہ تصور کو اجاگر کرنے پہ خاص بحث کی گئی ہے۔ اللہ سے دعا ہے وہ اس تحریر کو معاشرے کیلئے اصلاح کا ذریعہ بنائے۔ اٰمین۔

نکاح کا لغوی معنی

اسکے اصل معنی ہیں "اَلضَّمْ "(ملنا) لیکن پھر یہ لفظ نکاح دوسرے دو معانی میں زیادہ استعمال ہونے لگا، (۱) اَلْوَطْئُ (۲) اَلْعَقْدُوَالتَّزْوِیْجُ۔

جہاں تک پہلے معنی کا تعلق ہے تو وطی کے معنی مباشرت اور مجامعت کے بھی ہیں۔ اللہ رب العزت کا ارشاد پاک ہے:

حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَه‘۔ [2]

ترجمہ: "جب تک عورت دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرلے۔"

اب اس آیت میں لفظ "نکاح" مباشرت اور مجامعت کے معنی میں استعمال ہوا ہے کیونکہ اللہ رب العزت اس آیت میں مطلقہ مغلظہ کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ وہ شوہر اول کے نکاح میں دوبارہ نہیں جاسکتی جب تک کہ کسی اور مرد سے شادی نہ کرلے اور شادی کافی نہیں بلکہ مجامعت کا پایا جانا بھی ضروری ہے تب یہ شوہر اول کیلئے حلال ہوگی۔[3]

لفظ نکاح کا دوسرا معنی عقد اور تزویج کا آتا ہے کیونکہ عقد اور تزویج ہی واسطہ اور سبب ہوتا ہے میاں بیوی کے ملنے کا لہٰذا عقد اصل معنی ہوا، اگر عقد نہ ہوا ہوتا تو وطی اور مباشرت کیسے حلال ہوسکتی تھی اور قرآن میں لفظ نکاح کا استعمال اس معنی کے قریب قریب آیا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَابْتَلُوا الْيَتَامٰى حَتّٰى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ[4]۔

ترجمہ: "اور یتیموں کو جانچتے رہو جب وہ نکاح کی لائق ہو جائیں"۔

اس آیت میں لفظ نکاح سے مراد "حلم" ہے یعنی بلوغ یہاں لفظ نکاح مباشرت اور وطی کے معنی میں استعمال نہیں ہوا۔[5]

بہر حال لفظ نکاح یہ لفظ مشترک ہے دونوں معنوں کیلئے استعمال ہوتا ہے، اولاً ضم کیلئے تھا پھر وطی کیلئے نقل کیا گیا کیونکہ وطی ضم پر مشتمل ہوتی ہے، پھر اسکے بعد عقد کی طرف منتقل ہوا کیونکہ عقد بھی سبب ضم ہوتا ہے۔

علامہ ابن حجر نے تطبیق دو معانی میں اس طرح دی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: اِذَا قَالُوْا نَكَحَ فُلَانَةَ اَوْبِنْتِ فُلَانَةٌ فَالْمُرَادُ الْعَقْدُ وَاِذَا قَالُوْا نَكَحَ زَوْجَتَه' فَالْمُرَادُ الْوَطْءِ[6]۔ ترجمہ: "کہا جاتا ہے مرد نے فلان عورت سے نکاح کیا تو اس سی مراد عقد نکاح ہوتا ہے،۔ اور جب کہا جائے مرد نے اپنی بیوی سے نکاح کیا تو اس سے مراد ہوتا ہے مرد نے اپنی بیوی سے ہمبستری کی"۔ لہٰذا لفظ نکاح لغۃً مشترک بین المعنین ہے۔

نکاح کے اصطلاحی معنی

علامہ ابن عابدین شامیؒ نے نکاح کی شرعی تعریف اس طرح نقل کی ہے: عَقْدٌ يُفِيْدُ مِلْكَ الْمُتْعَةِ قَصْداً۔[7]
ایسا عقد ہے جو ملک متعہ کا فائدہ دے"۔

مطلب شرعی لحاظ سے نکاح کا مفہوم یہ ہے کہ مرد کیلئے عورت حلال ہوجاتی ہے اب وہ اسکے ساتھ مباشرت کرسکتا ہے اور شریعت نے بھی مردوں کو صرف دو قسم کی عورتوں کے ساتھ مباشرت کا جواز بتلایا ہے (۱) جو اسکی بیوی بن جائے نکاح کے ذریعے۔ (۲) یا اسکی کوئی لونڈی یا باندی ہو۔ ان دو سے یہ منافع نکاح حاصل کرسکتا ہے باقی کسی قسم کی عورت سے اسکی مباشرت جائز نہیں ہے۔ اگر کرے گا تو زنا کا مرتکب ہوگا[8]۔

نکاح کی اقسام

فقہاء کی کتابوں میں نکاح کی مختلف اقسام ذکر کی گئی ہیں مگر ان تمام کا حاصل چار قسموں میں ہے۔

1. نکاح فرض

اگر مرد صاحب وسعت ہو اور کما سکتا ہو اور بیوی کے حقوق پورے کرنے پہ بھی قادر ہو اور نکاح نہ کرنے کی وجہ سے اسکا حرام فعل میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو مثلاً بد نظری، جلق بازی اور مشت زنی جیسے قبیح امور میں تو ایسے شخص پر نکاح کرنا فرض ہے اگر نہیں کرتا تو گناہگار ہو گا۔

2. نکاح واجب

اگر مرد صاحب وسعت ہے اور بیوی کے حقوق ادا کرنے پہ قادر ہے اور اسکے دل میں تقاضائے نکاح بھی ہے تو ایسے شخص پر نکاح کرنا واجب ہے۔

3. نکاح مسنون

اگر صاحب وسعت ہو اور بیوی کے حقوق کی ادائیگی پر بھی قادر ہو لیکن دل میں تقاضائے نکاح نہیں یعنی ضرورت کے درجہ میں بھی نہیں ہے تو ایسے شخص پر نکاح مسنون ہے۔

4. نکاح ممنوع

اگر مرد کو غالب گمان ہو کہ بیوی کے حقوق کی ادائیگی نہ ہو سکے گی بلکہ پامال ہوں گے اور صاحب وسعت بھی نہ ہو تو پھر مرد کا نکاح کرنا مکروہ و ممنوع ہے۔[9]

شرائط نکاح

نکاح منعقد ہونے کیلئے دو شرطیں ہیں:

1. مرد اور عورت کا ایجاب و قبول کرنا مطلب یہ ہے کہ کہ ایک کہے میں نکاح کرتا ہوں، دوسرا کہے میں نے قبول کیا اگر ایجاب و قبول ہوا تو نکاح منعقد ہو گا ورنہ نہیں۔
2. نکاح کرتے وقت دو گواہوں کا ہونا بھی ضروری ہے اگر ایک مرد ہو تو اسکے ساتھ دو عورتیں ہو جائیں تب بھی گواہی دے سکتی ہیں تنہا عورتوں کی گواہی معتبر نہیں۔[10]

مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے ان پر مزید دو شرطوں کا اضافہ کیا ہے:

3. نکاح کے اندر مہر مقرر کرنا۔
4. ان عورتوں سے نکاح کرتے وقت محض شہوت پرستی اور وقتی طور پر نکاح کی نیت نہ ہو بلکہ ہمیشہ ساتھ رہنے کی غرض سے اور احیاء سنت کی غرض ہو، اگر غرض فاسد اور خلاف شرع ہے تو نکاح منعقد نہ ہو گا۔[11]

گذشتہ بحث میں ملحوظِ اجمال تشریح سے یہ پتا چلتا ہے کہ انسان کو دیکھ لینا چاہیے کہ آیا میں نکاح کرتے وقت شریعت کی ان شرائط کو ملحوظ رکھتا ہوں یا اگر میں کنوارا ہوں تو مجھ پر اقسام نکاح میں سے کونسی قسم کا اطلاق ہوتا ہے؟ کہیں نکاح مجھ پر فرض، واجب تو نہیں؟ اگر ان تمام چیزوں کو دیکھ کر چلے گا تو اِنشاء اللہ بہترین پر سکون زندگی ملے گی۔

یہودیت اور عیسائیت میں نکاح کا تصور

یہودیت اور نصرانیت دراصل یہ دونوں آسمانی والہامی مذاہب تھے، دونوں مذہب عالمی اور قدیم مذہب ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب کتاب بھی تھے، لیکن ہمیشہ سے یہودی اور عیسائی مذہب ایک دوسرے کے خلاف اپنی دینی برتری میں لگے رہے، یہ دونوں مذہب اپنی نسبت حضرت ابراھیم علیہ السلام کی طرف کرتے تھے، اور یہودی یہ دعوی کرتے تھے کہ حضرت ابراھیمؑ یہودی تھے۔ جبکہ عیسائی مذہب کے متبعین کا یہ دعوی تھا کہ حضرت عیسیٰؑ عیسائی تھے۔ لیکن قرآن میں اللہ رب العزت نے ان دونوں مذاہب کے دعوؤں کی تردید کی۔

مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا [12]۔

ترجمہ: ابراھیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی تھے۔

ان دونوں مذاہب کا ہمیشہ یہ طریقہ رہا ہے کہ یہودی حضرات حضرت عیسیٰؑ اور انکی والدہ پر فحش قسم کے الزامات لگاتے تھے۔ جس کے نتیجے میں عیسائی مذہب کے پیروکاروں نے یہ کہا کہ حضرت عیسیٰ کو صولی پر لٹکانے والے اور کوئی نہیں یہودی ٹولہ تھا۔

یہودیت میں نکاح کا تصور

یہود اور ہنود کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ پتا چلتا ہے کہ اس مذہب نے ہمیشہ عورت کی عظمت اور قدر اور منزلت سے انکار کیا ہے، اور اس مذہب کی اکثریت نے عورت کو بے زبان جانور شمار کیا ہے، حالانکہ یہودیت کا شمار دنیا کے قدیم اور عالمی مذاہب میں ہوتا ہے اس مذہب نے صرف عقائد و نظریات ہی نہیں پیش کئے بلکہ زندگی کے عملی مسائل پر بھی مفصلاً بحث کی ہے، ایسے مذہب کے بارے میں تو یہ توقع تھی کہ یہ عورت کے بارے میں حقیقت پسندانہ خیالات کا اظہار کرے گا مگر اس مذہب نے بھی دنیا کے دیگر مذاہب کی طرح عورت کی عزت و عصمت کو پامال کیا۔

یہود کے لٹریچر سے یہ پتا چلتا ہے کہ اس مذہب نے عورت کو مکمل طور پر مرد کا غلام بنایا ہے بائبل کی عبرانی زبان میں بیوی کیلئے بعولہ (جائیداد منقولہ) کا لفظ استعمال کیا ہے، اس مذہب کے مطالعہ سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ عورت مرد کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتی حقوق تو دور کی بات اس مذہب نے عورت کا تمام گناہوں کی جڑ قرار دیا۔

بائبل کے مطابق واقعہ آدم وحوا میں حوا کو مجرم قرار دیا گیا ہے، اسلئے ہمیشہ حوا کی بیٹیاں محکوم رہیں گی۔ عہد نامہ عتیق میں آتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آدم سے دریافت کیا تو نے اس درخت کا پھل کھایا تو آدم نے کہا کہ جس عورت کو تو نے

میرے ساتھ کیا تھا اس نے مجھے یہ پھل دیا اور میں نے یہ کھایا[13]۔ حالانکہ قرآن میں غلطی کی نسبت دونوں کی طرف کی گئی ہے۔ اسی طرح ایک جگہ عورت کے بارے میں یہ ہے:

"پھر اس نے عورت سے کہا کہ میں تیرے درد حمل کو بڑھاؤں گا تو درد کے ساتھ بچے جنے گی اور تیری رغبت تیرے شوہر کی طرف ہو گی، اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا۔"[14]

تو پتا یہ چلتا ہے کہ یہودی شریعت میں عورت سراسر محکوم ہے دیکھا جائے تو عورت کی ذات مذہب یہودیت میں شادی سے پہلے والد یا ولی کی ملکیت ہوتی ہے کیونکہ عورت کو مذہب یہودیت میں جائیداد اور ملکیت سمجھا جاتا ہے۔ اور شادی اور نکاح کے بعد عورت اپنے شوہر کی ملکیت بن جاتی ہے لہٰذا جب عورت جائیداد اور ملکیت سمجھی جانے لگی تو جو کوئی بھی مذہب یہودیت میں عورت کو اغواء کر کہ لے جائے یا اس سے زیادتی کرے گا تو اسکو جرمانہ ادا کرنے پڑے گا اور کوئی سزا نہیں کیونکہ ان کے مذہب کے مطابق اس نے جائیداد کو غصب کیا ہے۔ لہٰذا اس کی سزا جرمانہ بھی ہے۔ اگر شادی سے پہلے لڑکی کو اغواء کیا تو جرمانہ والد یا ولی کو ادا کرنے پڑے گا اگر شادی کے بعد اغواء کیا تو شوہر کو ادا کرنے پڑے گا[15]۔ یہی نہیں بلکہ ان کے لٹریچر میں ایک اور جگہ اس جرمانے کی مقدار کا تعین بھی کیا گیا ہے:

"اگر کوئی آدمی کنواری لڑکی کو پائے جو اسکی منگیتر نہ ہو اسے پکڑ لے اور اس سے ہم بستر ہو جائے وہ مرد جو اس لڑکی کے ساتھ ہم بستر ہوا ہے لڑکی کے والد کو پچاس مثقال چاندی ادا کرے۔"[16]

حالانکہ انکی اصل تعلیمات میں ایسا حکم نہ تھا بلکہ جو شخص زنا کرتا اگر وہ شادی شدہ ہوتا تو اسے سنگسار کیا جاتا اور جو شخص غیر شادی شدہ ہوتا اسکے لئے کوڑوں کا حکم تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں یہود کا ایک وفد آپؐ سے فیصلہ کروانے آیا زنا کے سلسلے میں وہاں حضرت عبداللہ بن سلام بھی موجود تھے تو انہوں نے بتایا تھا کہ انکے ہاں اصل حکم سنگسار کا ہی ہے۔

یہودی مذہب کے پیروکاروں نے عورت کو بالکل حقوق سے محروم رکھا تھا اگر یہودی مذہب میں کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کر ہی لیتا تھا اور پھر اس کا دل بھر جاتا یا کسی اور وجہ سے وہ عورت اسکو مرغوب نہ ہوتی تو مرد آسانی سے طلاق نامہ لکھ کر عورت کو دے دیتا اور اسے اپنے گھر سے نکال دیتا، نہ شادی کے کوئی حقوق اور کوئی طریقہ تھا اور نہ طلاق کا، دل میں آیا تو نکاح کر لیا دل بھر گیا تو عورت کو چھوڑ دیا۔[17]

مطلب یہ کہ یہودیت میں نہ صرف کسی بھی معاملہ یا عمل کو بے ہودہ قرار دیتے ہوئے عورت کو چھوڑ سکتے ہیں بلکہ انتہائی تکلیف دہ صورت کے ساتھ اسے ہمیشہ کیلئے علیحدہ کر سکتے ہیں۔

یہود کے قانون کے مطابق عورت کو مرد کے مساوی حقوق دینا تو ایک طرف بلکہ مرد کو کھلی چھٹی اور برتری حاصل تھی کہ وہ اپنی بیوی کو ہر لحاظ سے جبر و تشدد کا نشانہ بنائے، وجہ اس کی یہ تھی کہ چونکہ معصیت اول عورت سے سرزد ہوئی ہے اسلئے اسے شوہر کا محکوم رکھا، اور شوہر کو اسکا آقا اور مالک تصور کیا۔

یہود کے عائلی نظام میں ایک قانون یہ بھی تھا کہ ہر شخص کا نام اسرائیل میں باقی رہے اسلئے اگر کوئی مرد بے اولاد مر جاتے تو اسکے لئے پورا ایک ضابطہ تھا کہ اسکا نام کس طرح باقی رکھیں۔

وہ قانون اور مسئلہ یہود کے ہاں "البیاما والجاموس" کے نام سے مشہور ہے، وہ مسئلہ یہ تھا کہ اگر ایک جگہ دو بھائی موجود ہوں ان میں سے ایک انتقال کر جائے اسکی کوئی اولاد نہ ہو تو اس مرحوم بھائی کی بیوی غیر آدمی کے ہاتھ میں نہیں دی جائے گی، بلکہ اسکا دیور خود اس عورت سے شادی کرے گا۔ ان سے جو پہلا بچہ ہو گا وہ اس بے اولاد بھائی جو مر چکا ہے اسکی طرف منسوب کیا جائے گا۔ اگر وہ بھائی عورت سے شادی کرنے سے انکار کرے تو اسکو قوم کے بڑے علماء اور سرداروں کے سامنے عورت جوتا نکال کہ اسپر تھوکے گی اگر بھائی تو مان رہا ہے اور وہ اپنے بھائی کی بیوی کی محبت میں دیوانہ ہے لیکن عورت اسکو نہیں چاہتی تب بھی یہی معاملہ کیا جائے گا اسکے بعد اس شخص اور اسکی اولاد کا لقب "مخلوع النسل" پڑ جائیگا۔[18]

اب ذرا ملاحظہ کریں کتنا سخت قانون ہے بلکہ جبراً ایک آدمی کو بیوہ سے شادی کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے لامحالہ کوئی بھی آدمی اتنی ذلت نہیں برداشت کرے گا وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ضرور نکاح کرے گا۔

اسی طرح یہود کے لٹریچر اور تعلیمات میں والد جب فوت ہوتا ہے تو اسکی ساری چیزوں کے ساتھ وراثت میں اسکی بیوی بھی بچوں کے ہاتھ آجاتی ہے "کالب" ایک بادشاہ گزرا ہے اس نے باپ کی موت کے بعد اپنی سے جو اسکی وراثت میں آئی تھی اس سے شادی کی۔[19]

جس مذہب میں عورت کی ذات حقیر و ذلیل سمجھی جاتی ہو کہ چاہے وہ ماں کے روپ میں ہو یا غیر کے اسے فقط عورت کی نظر اور ایک مملوکہ اور جائیداد تصور کیا جاتا ہو ایسے مذہب کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اسکے بعد وہ اسلام اور مسلمانوں کے دین یا انکے نبی کے خلاف اپنی زبان کھولیں یا انکی تعلیمات پر اعتراض کریں۔[20]

عیسائیت میں نکاح کا تصور

عیسائیت یا نصرانیت کی تعلیمات کا مطالعہ کرنے کے بعد یہی پتا چلتا ہے کہ کہ عورت کی قدو منزلت کے بارے میں عیسائی مذہب کے تاثرات اور تصورات بھی یہودیت سے زیادہ مختلف نہیں بلکہ اس کے قریب قریب ہیں حالانکہ یہودیت کے زوال پذیر ہونے کے بعد عیسائیت نے معاشرے میں اچھا مقام حاصل کر لیا تھا، لیکن عورت کی بدقسمتی

دیکھئے کہ عیسائیت نے بھی عورت کے بارے میں کوئی بھرپور اخلاقی عقیدہ نہ اپنایا بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ عورت کا مقام و مرتبہ عیسائیت میں یہودیت سے اور بھی زیادہ ناپسندیدہ ہو گیا تو بے جا نہ ہو گا۔

پہلے عیسائی مذہب کے نظریات عورت کے بارے میں ملاحظہ کریں:

"وہ شیطان کے آنے کا دروازہ ہے، وہ شجر ممنوع کی طرف جانے والی، اور خدا کے قانون کو توڑنے والی اور مرد کو غارت کرنے والی ہے۔ عورت ایک ناگزیر برائی ہے، ایک پیدائشی وسوسہ ہے، ایک خانگی خطرہ ہے، ایک مرغوب آفت ہے، ایک آراستہ مصیبت ہے۔"[21]

حالانکہ عیسائی مذہب کی اصل تعلیمات عورت کے حق میں اتنی سخت نہ تھیں انکی خود ساختہ اناجیلوں نے انہیں عورت کے بارے میں برانگیختہ کیا۔ جب اس مذہب میں عورت کے بارے میں یہ نظریہ ہے تو نکاح کے سلسلے میں کیا تصور ہو گا انکی تعلیمات میں تو یہ ہے کہ نکاح جو انسان کر لیتا ہے پھر اسے طلاق کا حق نہیں ہو تا بس نکاح کر لیا تو پوری زندگی عورت کے ساتھ گزارنی پڑے گی کسی صورت اسکو نہیں چھوڑ سکتے، ہاں جب وہ مر جائے تو آپ دوسرا نکاح کرنے کے مجاز نہ ہوں گے، انجیل میں درج ہے:

"خدا نے ابتداء ہی سے انہیں مرد اور عورت بنا کر کہا کہ اس سبب سے مرد باپ سے اور ماں سے جدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہیگا اور دونوں ایک جسم ہوں گے پس وہ دو نہیں بلکہ ایک ہیں، اسلئے جسے خدا نے جوڑا ہے آدمی اسے جدا نہ کرے۔"[22]

تو اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کیلئے نکاح کا تو جواز ہے مگر طلاق اور بیوی چھوڑنا یہ مذہب عیسائیت میں نہیں۔ ایک جگہ آتا ہے:

"تمہاری سخت دلی کے سبب سے تمہیں اپنی بیویوں کو چھوڑنے کی اجازت دی مگر ابتداء سے ایسا نہ تھا۔ جو کوئی اپنی بیوی کو حرامکاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے اور وہ دوسری سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے اور جو کوئی چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے وہ بھی زنا کرتا ہے۔"[23]

مندرجہ بالا عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آدمی جس عورت سے نکاح کرے اسے پوری زندگی نہیں چھوڑ سکتا سوائے حرامکاری کے اگر وہ عورت بدکاری کر لے تو چھوڑنے کا اختیار ہے ورنہ نہیں اور دوسرا یہ کہ جس بیوی کو آدمی ایک دفعہ چھوڑ دے تو دوبارہ پوری زندگی میں اس سے نکاح نہیں کر سکتا، کیا بھی تو وہ نکاح نہیں ہو سکتا بلکہ زنا ہو گا۔

الغرض کتاب مقدس نے عورت کو لعنت ابدی کا مستحق ٹھہرا دیا تھا۔ عیسائیوں کے ہاں پاکیزہ رشتوں کی پہچان ختم ہو چکی تھی لوگ اپنی مائوں سے تعلقات قائم کر لیتے تھے اور بجائے اس حرام کاری پر ندامت کے آنسو بہانے کے وہ ایسے واقعات پر شیخیاں مارتے تھے۔

عیسائیت کے پہلے پہل دور میں تو شادی کا کچھ نہ کچھ تصور موجود تھا لیکن بعد میں کیا تصور قائم ہوا ملاحظہ کریں:

"اگر غیر شادی شدہ رہے گا تو خدا کی یاد سے غافل نہ ہو گا، لیکن اگر تو نے شادی کر لی تو بیوی تجھے ایسا کرنے سے غافل کر دے گی، بے بیاہا شخص خداوند کی فکر میں لگا رہتا ہے کی کس طرح خداوند کو راضی کرے، مگر بیاہا ہوا شخص دنیا کی فکر میں لگا رہتا ہے کہ کس طرح اپنی بیوی کو راضی کرے۔"[24]

درج بالا عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے ہاں شادی بیاہ اور ازدواجی تعلقات ایک غیر اہم اور بے مقصد امور ہیں جو خدا سے غافل کر کہ دنیا کی طرف راغب کرتے ہیں، اسی کتاب مقدس میں کچھ اس مفہوم کی عبارت بھی ہے: جو اپنی کنواری لڑکی کو بیاہ دے یہ بھی ٹھیک ہے لیکن جو نہیں بیاہتا وہ اور بھی زیادہ اچھا کرتا ہے۔

ازدواجی زندگی کے اس اثرات اور تصور سے معاشرے پر کتنا اثر پڑا تو انکے نزدیک تجرد کی زندگی گزارنا معیار اخلاق سمجھا جانے لگا لوگ ازدواج سے پرہیز کرنے کو تقوی اور تقدس کی علامت سمجھنے لگے پاکیزہ اور اچھی زندگی بسر کرنے کیلئے یہ ضروری ہو گیا کہ یا تو آدمی نکاح ہی نہ کرے یا اگر نکاح کر ہی لیا تو میاں بیوی ایک دوسرے سے زن وشوہر کا تعلق نہ رکھیں۔[25]

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عیسائی مذہب کے پیروکار اگر ضرورتاً شادی کر ہی لیتے تو وہ حقوق کی ادائیگی کو غیر ضروری سمجھتے اور بالخصوص پادری بننے کے بعد یہ بات اسکا فریضہ سمجھی جانے لگی کہ وہ عورت کے پاس بھی نہ بھٹکے اگر کسی ضروری مسئلہ میں اسے اپنی بیوی سے کوئی مشورہ لینا ہو تو کھلے عام یا دو گواہوں کی موجودگی میں اس سے مل سکتا ہے۔

ان تمام سخت قوانین کی وجہ سے نچلے طبقے کے عیسائی تو دور پادری تک اس بات پہ مجبور ہو گئے کہ وہ ناجائز تعلقات قائم کریں اور اپنی خواہشات کو حرام طریقے سے پورا کریں۔ بائبل میں زیادہ تر ترک دنیا پہ زور دیا گیا تھا:

"اپنی جان کی فکر نہ کرنا ہم کیا کھائیں گے، اور کیا پئیں گے اور نہ اپنے بدن کی کیا پہنیں گے، اور تم میں سے جو کوئی اپنا سب کچھ ترک نہ کرے وہ میرا شاگرد نہیں ہو گا۔[26]

ان تمام اسباب کی وجہ سے ان لوگوں کے ہاں رہبانیت اثر کر گئی اور انہوں نے عورتوں سے کنارہ کشی اختیار کی جسکی وجہ سے مختلف اقسام کے فتنے اور بدکاریوں کے واقعات میں تیزی سے اضافہ ہونے لگا۔

مختصر یہ کہ عیسائیت میں بھی عورت مظلوم رہی اور بچپن سے لے کر بڑھاپے تک عورت کا ہر رشتہ دار اس انتظار میں رہا کہ اسے انسان ہونے کے ناطے تو کم از کم کچھ نہ کچھ تعظیم تو ملے۔

اسلام میں نکاح کا تصور

یہ تاریخ کا المیہ رہا ہے کہ عورت ہمیشہ افراط و تفریط کے المناک عذاب میں گرفتار رہی ہے، کبھی تو عورت کو بے بس اور کائنات کی ذلیل ترین مخلوق تصور کر کہ "شیطانی کمند" قرار دیا گیا اور کبھی اس حد تک اونچا کیا گیا کہ جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ کا حق صرف عورت تک محدود کر لیا گیا، اور مرد کے بارے میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ یہ کسی بھی چیز کا مالک نہیں ہو سکتا۔

درحقیقت عورت اور مرد نوع انسانی کے دو جزء ہیں، ان میں سے ہر ایک دوسرے کا لازمی حصہ ہے، انسانی معاشرے کو اگر ہم گاڑی سے تشبیہ دیں، تو مرد اور عورت اس گاڑی کے دو پہیے ہیں، ان میں سے اگر ہم ایک پہیہ بھی نکال دیں تو نہ صرف گاڑی اپنا توازن کھو بیٹھے گی بلکہ اپنی خصوصیت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گی، لیکن یہ حقیقت ہے کہ عورت کو انسانی معاشرے نے اسکا صحیح حق کبھی نہیں دیا۔

ظہور اسلام سے قبل کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے اور باقی مذاہب میں عورت کی حیثیت اور حقوق دیکھنے کے بعد یہ حقیقت ہم پر واضح ہوتی ہے کہ عورت پچھلے مذاہب میں جاہلیت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں تھی بیٹی کی پیدائش معاشرے میں تضحیک کا سبب بنی ہوئی تھی، عورت کی ذات کو حقارت اور تجارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا ایک طرف تو دنیا کے بڑے مذاہب میں یہودیت عورت کے ساتھ جب چاہتے نکاح کرتے اور جب چاہتے اسے رسوا کر کہ چھوڑ دیتے اور دوسری طرف مذہب عیسائیت میں عورت سے اتنی کنارہ کشی اختیار کی جاتی تھی کہ جو بھی نکاح کرتا اسے یہ کہا جاتا کہ یہ خدا کا قرب نہیں حاصل کر سکتا۔

ایسے دردناک اور المناک حالات میں اللہ کی طرف سے اسکا آخری قاصد اور رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں عرب کی سرزمین پر نمودار ہوتے ہیں، جو نہ صرف جاہلیت کے تصورات کو بلکہ عورت کی حیثیت کو غلط قرار دے کر عملی حیثیت سے معاشرہ میں عورت کی ایک نئی قدر و منزلت اور مقام کو متعارف کرواتے ہیں، اور بالخصوص عورت کے معیار میں حیران کن حد تک اضافہ فرماتے ہیں۔

عورت کو ماں کی حیثیت سے باپ کی نسبت تین گنا زیادہ فضیلت سے نوازا گیا، ماں کے خدمتگار کو جنت کا مستحق ٹھہرایا گیا، بیٹی کو نہ صرف باعث رحمت قرار دیا بلکہ اسکی صحیح تربیت کرنے والے کو پیغمبر اسلام نے اپنے قرب اور خدا کی ملاقات کا ذریعہ قرار دیا، اور شوہر اور بیوی کو ایک دوسرے کا لباس اور جسم کی سی مشابہت دے کر دونوں میں محبت اور مودت کے ذرائع پیدا کئے، اور خصوصاً نکاح کو انسانی فطرت اور معاشرہ کیلئے ہر طرح اور ہر لحاظ سے فائدہ مند اور سکون کا ذریعہ قرار دیا۔[27]

اسلام نے مختلف پہلوؤں سے سے نکاح کی اہمیت کو اجاگر کیا، درج ذیل عبارتوں میں انہی کی تفصیل کی جاتی ہے:

اسلام میں نکاح کی اہمیت

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

"ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے انکو ہم نے بیویاں بھی دیں اور اولادیں بھی دیں۔"[28]

ایک اور جگہ پہ ارشاد فرمایا:

"اللہ وہی ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا پھر اسے نسب اور سسرال والا بنایا۔"[29]

اگر ان دو آیات پہ غور کیا جائے تو ان میں سے پہلی آیت میں انسان کو یہ تعلیم دی کہ انبیآء کی سنت اور طریقہ رہا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی نکاح کرتا ہے تو یہ کوئی معیوب بات نہیں کیونکہ انبیآء جو کائنات کی افضل ترین ہستیاں ہیں انہوں نے بھی نکاح کئے، اور دوسرا نہ فرمایا کہ نکاح انسان کے لئے ایک معاشرے اور خاندان کو وجود دیتا ہے اور یہی معاشرہ انسان کیلئے دکھ، درد، غم اور خوشی میں انکا ساتھ دیتا ہے۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے نکاح سے اعراض کیا وہ میری امت میں نہیں۔"[30]

اسی طرح دوسری جگہ ہے:

"چار چیزیں انبیآء کی سنت ہیں: (۱) حیاء۔ (۲) عطر لگانا۔ (۳) مسواک۔ (۴) نکاح۔"[31]

ایک اور جگہ پہ ارشاد فرمایا:

"اے نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کرنے کی وسعت رکھتا ہے وہ نکاح کرلے کیونکہ یہ نگاہ کی حفاظت اور شرمگاہ کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔"[32]

ان تمام روایتوں سے یہی پتا چلتا ہے کہ نکاح کرنے کو شریعت اسلام نے ایک عبادت کا درجہ دیا ہے اور نکاح نہ کرنے کے بارے میں بہت سی وعیدیں بھی آئی ہیں اور نکاح نہ کرنے والے مرد کو رہبانیت اختیار کرنے سے منع کیا۔ ارشاد فرمایا: لَا صَرُوْرَةَ فِي الْاِسْلَامِ[33]۔ "اسلام میں رہبانیت نہیں۔" تو پتا چلا مذہب اسلام رہبانیت اور مجرد زندگی سے انسان کو روکتا ہے اور نکاح کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

اسلام میں نکاح کے مقاصد اور فوائد

اسلام میں نکاح کے مختلف مقاصد و فوائد بتلائے ہیں:

1. عفت: انسان پرہیزگار اور اللہ کا قرب اسی وقت صحیح طریقے پر حاصل کر سکتا ہے جب اسکی زندگی عفیف ہوگی۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں: "اور جو شادی کرنے کا سامان نہیں پاتے وہ اپنے آپ کو بچائے رکھیں یہاں تک کہ اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے۔"[34]

2. سکون قلب: نکاح کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ انسان کو دلی سکون حاصل ہو جاتا ہے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:
"اور وہی خدا ہے جسنے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اسکا جوڑا بنایا تاکہ تم سکون حاصل کر سکو۔"[35]

3. نکاح سبب محبت ہے: نکاح کے ذریعے انسان کو بیوی سے قدرتی اور فطری طور پر محبت اور الفت پیدا ہو جاتی ہے۔
ارشاد پاک ہے: "اور اللہ نے تمہاری تسکین کیلئے جوڑے پیدا کئے اور تمہارے درمیان رحم اور محبت پیدا کیا۔"[36]

4. بقائے نسل: نکاح کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ انسان کی نسل باقی رہے۔

5. حفظ صحت: اور نکاح کے ذریعے انسان مختلف قسم کی بیماریوں اور تکالیف سے محفوظ رہتا ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی مقاصد اور فوائد ہیں لیکن ان تمام سے یہی پتا چلتا ہے کہ جو انسان نکاح نہ کرے وہ ایک تو ان تمام فائدوں سے محروم رہے گا اور دوسرا یہ کہ اسے پر سکون زندگی نہ مل سکے گی۔[37] ان تمام باتوں سے یہ پتا چلتا ہے کہ شریعت اسلام زنا کے دوسرے محرکات کو ختم کرنے کیلئے انسان کیلئے جائز صورتوں کو بالکل آسان اور سہل کر دیا ہے وہ ایک ایک فرد کو انتہائی زیادہ نکاح کی ترغیب دیتا ہے انکو اختیار کر کہ وہ اپنے آپ کو معصیت سے بچالے نکاح کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسان کو معالی اخلاق اور پاک کی نگہداشت کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

اسلام زوجین کے حقوق کا تصور

انسان کو معاشرے میں زندگی گزارنے کیلئے مل جل کر رہنا اسکی فطرت میں داخل ہے۔ اسے معاشرہ میں رہنے کیلئے مناسب قوانین وضوابط کی ضرورت ہے، اگر معاشرہ کے لئے کوئی اصول وضوابط نہ ہوں تو معاشرہ انتشار اور خلفشار کا شکار ہو جاتا ہے، مذہب انسان کی یہ ضرورت بھی پوری کرتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حوا کا جوڑا پہلا انسانی جوڑا ہے جس نے اس زمین پر خدائی ہدایت کے تحت معاشرتی زندگی کا آغاز کیا پھر مذہب نے ہی انہیں منظم معاشرہ میں رہنا سکھایا معاشرتی زندگی کے بے شمار مسائل ہیں ان میں سے ایک زوجین کے حقوق وفرائض بھی معاشرتی زندگی کا اہم حصہ ہیں، اور یہ پہلو ایسا ہے کہ اگر انسان اسکے طریقے اپنی طرف سے متعین کرلے تو معاشرہ افراط تفریط کا شکار ہو جاتا ہے، انسانی معاشرتی زندگی کی پوری تاریخ اس پر شاہد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی شریعت نے معاشرتی مسئلے کے اس پہلو کے حقوق کو انسانیت کیلئے بالکل واضح کر کہ پیش کیا اور نہایت سہل انداز میں تاکہ انسانوں کو عمل کرنا مشکل نہ ہو۔ اسلام کی نظر میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں، انسانیت کے درجے میں دونوں اشرف المخلوقات ہیں، اسلام نے مرد اور عورت کو شادی کے بعد کے تمام حقوق بتلائے، اور مرد کو حکم دیا کہ وہ بیوی کے ساتھ حسن معاشرت رکھے۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔[38]

ترجمہ: "ان کے ساتھ حسن اخلاق سے سلوک کرو۔"

اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ[39]۔

"جس طرح عورت کے مرد پر حقوق ہیں اسی طرح مردوں کے بھی عورتوں پر حقوق ہیں۔"

جہاں ایک طرف قرآن مرد کو بیوی کے ساتھ اچھے اخلاق کی تعلیم دیتا ہے وہیں دوسری طرف عورت کو بھی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ[40]۔

"نیک عورتیں خاوند کی اطاعت گزار ہوتی ہیں انکی عدم موجودگی میں انکے مال اور آبرو کی حفاظت کرتی ہیں۔"

تو اس سے پتا چلتا ہے کہ دین اسلام ایک نہایت متوسط اور اعتدال والا مذہب ہے کیونکہ تاریخ عالم کے مطالعے کے بعد انسان جب عورت کی حالت قبل از اسلام دیکھے تو خود بخود اسلام کی حقانیت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ اسلام سے پہلے عورت کے حقوق تو ایک طرف عورت کی انسانیت کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کیا جاتا ہے، اسے ناپاک جانور تصور کیا جاتا، عورت کیلئے دین ومذہب میں کوئی حصہ نہ تھا، لیکن اسلام نے آکر یہ تعلیم دی جس طرح مرد مذہب پہ عمل کرے تو اسکو اچھے اعمال کا بدلہ ملتا ہے اسی طرح عورت کو بھی ملے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً[41]۔

"جو کوئی اچھے اعمال کرے گا چاہے مرد ہو یا عورت ہم انہیں پاکیزہ زندگی عطا کریں گے بشرطیکہ وہ مؤمن ہو۔"

لہٰذا دین اسلام نے تعلیم دی کہ عورت اگر اچھے اعمال کرے گی تو جنت کی مستحق ٹھہرے گی، اسی طرح مرد اگر برے اعمال کرے گا تو جہنم کا مستحق ٹھہرے گا، اسی طرح ہم دیکھتے ہیں دین اسلام سے قبل عیسائیت میں عورت کو طلاق نہیں دے سکتے تھے اور یہودیت میں جب چاہے طلاق دے دی جاتی تھی مگر دین اسلام نے آکر عورت کو خلع کا حق عطا کیا کہ ہمیشہ وہ مرد کی غلامی میں نہ رہے اور ظلم برداشت کرنا اسکے ورثہ میں نہیں، تو اسلام نے ہر طرح سے عورت کو معاشرے میں وہ بلند وبالا مقام دیا اور وہ حقوق دیے جو ہمیں تاریخ عالم قبل از اسلام کا مطالعہ کرنے سے نظر نہیں آتے۔[42]

الہامی مذاہب میں تعدد ازدواج کا تصور

تعدد ازدواج کا تصور ہر مذہب میں پایا جاتا ہے چاہے وہ مذہب یہودیت ہو یا عیسائیت یا اسلام، ہر مذہب کی تاریخ اور لٹریچر کا مطالعہ کرنے کے بعد تعدد ازدواج کا علم خود بخود ہو جاتا ہے۔

عہد نامہ عتیق جو کہ یہودیت کا لٹریچر ہے اس میں متعدد آیات ایسی ہیں جو کہ تعدد ازدواج پر دال ہیں ذیل میں کتاب مقدس کی آیت درج ہے:

"اور ابرام کی بیوی سارہ سے کوئی اولاد نہ ہو سکی، اسکی ایک مصری لونڈی تھی جس کا نام ہاجرہ تھا، اور وہ ہاجرہ کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی اور ابرام سے ہاجرہ کا بیٹا پیدا ہوا۔"[43]

اس سے واضح طور پر پتا چلتا ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے ایک سے زائد شادیاں کیں۔ اسی ہم دیگر اسرائیلی انبیآء کو دیکھیں تو انکی کثرت نے ایک سے زائد نکاح کئے۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے ۳ نکاح کئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ۴ بیویاں تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو شادیاں کیں۔ حضرت دائود علیہ السلام نے ۱۰۰ نکاح کئے۔ انکے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ۷۰۰ شادیاں کیں۔ تو ان تمام باتوں سے یہی پتا چلتا ہے کہ یہود کی اصل تعلیمات میں تعدد ازدواج کا تصور پایا جاتا تھا۔

اسی طرح ہم اگر مذہب عیسائیت کو لیں تو در اصل اس میں بھی تعدد ازدواج کا تصور ملتا ہے عیسائیت کے لٹریچر میں یہ بات درج ہے:

"شادی کرنا سب میں عزت کی بات سمجھی جائے خاوند اور بیوی ایک دوسرے سے وفادار رہیں"[44]

ایک دوسری جگہ درج ہے:

"یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابیں منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔"[45]

تو ان آیات سے یہی پتا چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہود پیغمبر تھے اور وہ وہی تعلیمات لے کر آئے تھے جو یہود کے سارے انبیآء کی تھی تو یہود کے اکثر انبیآء نے خود ایک سے زائد شادیاں کیں تو عیسائیت میں اب کہاں تعدد ازدواج نہیں ہو سکتا یہ الگ بات ہے کہ بعد میں ان مذاہب نے اپنی خود ساختہ تعلیمات میں تعدد ازدواج پر پابندی عائد کی اور اس کو برا سمجھا لیکن وقت اور حالات نے دیکھا کہ تعدد ازدواج پر پابندی لگا کر انہوں نے معاشرے میں کن خرابیوں کو جنم دیا، اور اسی کے باعث معاشرہ کن بدکاریوں میں مبتلا ہوا

سٹر ڈیون پورٹ جو کہ ایک مشہور عیسائی فاضل ہے تعدد ازدواج میں انجیل کی بہت سی آیات نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے:

"ان آیتوں سے یہ پتا چلا کہ تعداد ازدواج پسندیدہ ہی نہیں بلکہ خدا نے اس میں ایک خاص برکت دی ہے۔"[46]

اسی طرح مذہب اسلام میں بھی تعداد ازدواج کا حکم ہے اور اسکی ایک مقررہ حد بھی ہے وہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ قرآن مجید میں اللہ پاک اشاد فرماتے ہیں:

فَانْكِحُوْ مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلٰثَ وَرُبَاعَ 47۔

"اور تم نکاح کر سکتے ہو جو تمہارے موافق ہو دو دو، تین تین، چار چار۔"

شریعت اسلام نے نکاح کرنے کی تعداد چار تک مقرر کی ہے کہ انسان اگر پہلی بیوی سے حقوق ادا کرنے پر قادر ہے تو ایک سے زائد نکاح کرنے کی اجازت، لیکن اسکے ساتھ فرمایا کہ اگر تمہیں حقوق کی تلفی کا خوف ہو اور تم ایک سے زائد کو سنبھالنے پر قادر نہ ہو تو ایک ہی کافی ہے۔ شریعت اسلام کے اس حکم میں متعدد حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔

تعدد ازواج کی حکمتیں

اسلام کے تعدد ازواج کے حکم میں بے شمار حکمتیں اور مصلحتیں مضمر ہیں، جہاں تک انسانی ذھن کی رہنمائی اور رسائی بھی نہیں ہو سکتی۔ من جملہ ان میں سے درج ذیل ہیں:

1. بسا اوقات عورت مختلف امراض، توالد، تناسل کی تکلیف میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اس قابل نہیں رہتی کہ مرد اس سے انتفاع حاصل کر سکے پھر اگر اسے تعدد ازواج کی اجازت نہ دی جاتی تو زنا اور دوسری بدکاریوں کی طرف جانے کا قوی اندیشہ تھا۔
2. بسا اوقات عورت مختلف بیماریوں کی وجہ سے بانجھ پن کا شکار ہو جاتی ہے اور توالد اور تناسل کے قابل نہیں رہتی، اور مرد کو بقائے نسل کی ضرورت ہے اور نکاح کی غرض وغایت ہی بقائے نسل اور توالد اور تناسل ہے لہٰذا ایسی صورت میں مرد کو بے وجہ طلاق دے کر علیحدہ کرنے کے بجائے اس بیوی کو اپنے پاس رکھتے ہوئے تعدد ازدواج کا حکم دیا۔ تاکہ جو بیوی بانجھ ہے ایک تو وہ مصیبتوں کے ابتلاء سے بچ جائے اور خاوند کا مقصد بھی پورا ہو جائے۔
3. عورتوں کی تعداد قدرتاً اور تبعاً مردوں سے زیادہ ہے، مرد بنسبت عورتوں کے کم پیدا ہوتے ہیں اور مرتے زیادہ ہیں۔ مختلف قسم کی لڑائیوں میں، جنگوں میں اور کئی حادثات میں ہلاکت مرد کے ہی حصے میں آتی ہے اسلئے کہ عورت عموماً گھر میں رہتی ہے تو اگر تعدد ازواج کا حکم نہ ہوتا تو عورتوں کی تعداد زیادہ ہونے کے باعث معاشرہ میں بگاڑ اور فساد پھیلنے کا قوی اندیشہ تھا۔

خلاصہ یہ کہ تعدد ازدواج کا حکم ہر اعتبار سے مرد اور عورت دونوں کیلئے ناقابل حد اور انتہائی زیادہ حکمتوں پر مشتمل ہے کیونکہ اللہ کے نازل کردہ کوئی بھی قانون میں کوئی مصلحت اور حکمت نہ ہو ایسا ہونا محال ہے[48]۔

حضور ﷺ کے تعدد ازدواج کے سیاسی، شرعی، تعلیمی اور سماجی مقاصد

ابتداء اسلام سے لے کر آج تک دشمنان اسلام نے پیغمبر اسلام کی ذات کو نشانہ بنایا ہے چونکہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اگر ہم پیغمبر اسلام کی ذات کو مجروح کرنے میں کامیاب ہوگئے تو اسلام کی عمارت خود بخود زمین بوس ہو جائے گی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ یہود و نصاری نے ہمیشہ آپؐ کی ذات کو مجروح کرنے کی سازش کیں۔ اور آج کل انہی کی پیروی کرنے والے مستشرقین کبھی تو آپ ﷺ کو دہشت گرد کہتے نظر آتے ہیں اور کبھی شہوت پرست۔ لیکن ان تمام حضرات کی کوششیں ناکام اور بے بنیاد رہیں اس لئے کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:() اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرماتا ہے۔

جب کوئی انسان کسی دوسرے کو عصبیت وعداوت اور تنقیدی نظر سے دیکھتا ہے تو اسکی خوبیاں اور اچھائیاں بھی خامیاں محسوس ہونے لگتی ہیں۔ آپ ﷺ نے تو متعدد شادیاں اعلیٰ اور پاکیزہ مقاصد کیلئے کی تھیں۔ لیکن ان کے اذھان وہاں تک نہ گئے اور انہوں نے پیغمبر اسلام کو نفس پرست اور شہوت پرست کہنا شروع کر دیا۔

حالانکہ یہی کام یعنی متعدد شادیاں کرنا انکے مذہب میں ہی پایا جاتا ہے اور باقاعدہ انکے انبیاؑ نے اس پر عمل کیا ہے۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے ۳، حضرت یعقوب علیہ السلام نے ۴، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ۲، حضرت دائود علیہ السلام نے ۱۰۰، اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے ۷۰۰ تک نکاح کئے۔ لیکن انکے بارے میں انکو کبھی حیرت نہ ہوئی اگر محمد ﷺ نے ۱۱ نکاح کر لئے تو یہ شہوت پرست اور نفسانی خواہشات کے غلام بن گئے۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو محمد ﷺ نے اس جاہلیت کے دور میں اور اس معاشرہ میں جہاں عورت ہر ایک کیلئے مباح تھی اپنا عالم شباب ایسی عفت اور پاکدامنی سے گزارا کہ آپؐ کے دامن پہ کبھی کسی کو کوئی دھبہ نظر نہیں آیا۔ آپؐ کے حسن وجمال اور خاندانی عزت کے سبب دوشیزائوں کی ہرگز کمی نہ تھی مگر اسکے باوجود آپ ﷺ نے ۲۵ سال کی جوانی میں ایک ۴۰ سالہ بیوہ اور کئی بچوں کی ماں سے عقد نکاح فرمایا۔ اور یہی نہیں کہ صرف نکاح کیا بلکہ جب تک وہ خوش نصیب خاتون حیات رہیں آپؐ نے نکاح ثانی کے بارے میں سوچا بھی نہیں، پہلی خاتون کے فوت ہونے کے بعد آپ نے جس خاتون سے دوسرا نکاح کیا وہ بھی معمر اور ایک بیوہ تھی۔

صرف ایک بیوی حضرت عائشہؓ کے علاوہ آپؐ کی تمام ازواج مطہرات میں سے کوئی بھی ایسی نہ تھی جو کسی کی بیوہ یا مطلقہ نہ ہو، حالانکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو باکرہ عورتوں سے نکاح کی ترغیب دیتے تھے۔

گزشتہ گفتگو سے اتنی بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ کے متعدد نکاح کرنا شہوت پرستی کی خاطر نہیں تھے بلکہ ان شادیوں کے پیچھے درحقیقت اشاعت اسلام کیلئے ایسی بڑے اغراض ومقاصد شامل تھے جو کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

تشریعی مقاصد

زمانہ جاہلیت کی کچھ ایسی رسمیں تھیں کہ کسی کیلئے بھی ان رسموں کے خلاف جانا ناممکن تھا اور جس طرح آپؐ کو خدا کی زمین سے بتوں کو صاف کرنا فرائض نبوت میں شامل تھا اسی طرح اسی طرح آپ کی یہ بھی ذمہ داری تھی کہ معاشرہ سے غلط رسم ورواج کا قلع قمع کیا جائے۔

انہی غلط رسومات میں سے ایک رسم یہ بھی چلی آرہی تھی کہ جب کوئی شخص کسی کو اپنا بیٹا بنالیتا تو یہی بچہ پھر اس شخص کا حقیقی بیٹا تصور کیا جاتا، اسے نسب، میراث، طلاق، نکاح میں حقیقی بیٹے جیسے حقوق حاصل ہو جاتے۔ لہٰذا اس غلط رسم کو ختم کرنے کیلئے اللہ رب العزت نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو منتخب کیا۔

چونکہ حضورؐ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو اپنا لے پالک بیٹا بنایا ہوا تھا عربوں کے دستور کے مطابق تو اللہ تعالیٰ نے اس غلط رسم کو ختم کرنے کیلئے یہ طریقہ اپنایا کہ حضرت زید کا نکاح حضرت زینب سے ہوا پھر حضرت زید نے جب زینب بنت جحش کو طلاق دی تو اللہ نے حضور کیلئے حضرت زینب کو چنا، چنانچہ آپؐ نے حضرت زینب سے خود نکاح فرمایا۔ اور عربوں کے ہاں ایسا نکاح حرام سمجھا جاتا تھا کیونکہ باپ کیلئے اپنے بیٹے کی بیوی حرام ہوتی ہے لیکن اللہ نے اس غلط رسم کو آپؐ کے ہاتھوں ختم فرمایا۔ چنانچہ آپ ﷺ کے اس عمل سے صحابہؓ کے سامنے ایک سنت آگئی اور پھر اس پر عمل کرنے سے انہی کوئی چیز مانع نہ تھی۔

تعلیمی اغراض

انسانی زندگی کے بے شمار مسائل ایسے ہیں جن کا تعلق عورتوں کے ساتھ ہے، اسلام ان مسائل کی طرف بھی تفصیلاً رہنمائی کرتا ہے۔ حضور ﷺ عورتوں کے لئے جو تعلیمات لے کر مبعوث ہوئے ان کو امت کی عورتوں تک پہنچانا آپؐ کی ذمہ داری تھی اور ان تعلیمات کو امت کی عورتوں تک پہنچانے کیلئے آپؐ کو ایسی پاکباز، ذھین، فطین اور دیانت دار خواتین کی ضرورت تھی جو آپؐ کی گھریلو زندگی کی تفصیلات محفوظ کرتی اور انہیں امانت ودیانت سے آگے پہنچاتی۔ کیونکہ اکثر عورتیں اپنے ذاتی معاملات آپؐ کے سامنے بیان کرنے سے شرماتی اور اگر کر بھی دیتیں تو آپ انکو مکمل طور پر کھل کر اور تفصیلاً جواب نہ دے پاتے کیونکہ آپؐ ہی تو حیا کے پیکر تھے تو اللہ نے آپ کیلئے ایسی خواتین کا انتخاب فرمایا جنہوں نے آپ ﷺ کی گھریلو زندگی کے ہر گوشے کو امت تک پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اگر ہم

اس بات کو دیکھیں تو آپؐ کی ازواج مطہرات صرف امھات المؤمنین نہ تھیں بلکہ امت کیلئے معلمات کی حیثیت رکھتی تھیں۔

سماجی مقاصد

اگر ہم آپؐ کے تعداد ازدواج کو تعصب کی نظر سے ذراہٹ کر دیکھیں تو آپ کی متعدد شادیاں کرنے کا مقصد سماجی اصلاح یا پھر سیاسی مقاصد کے حصول کیلئے تھا۔ اگر ہم آپ کی شادیوں کے پس منظر کا جائزہ لیں تو حضرت جویریہؓ کا تعلق عرب کے طاقتور قبیلے بنی مصطلق سے تھا مسلمانوں سے اس قبیلے کے تعلق خوشگوار نہ تھے ایک موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا کہ بنی مصطلق مدینہ پر حملہ آور ہونے کی تیاری کر رہے ہیں تو آپ نے پیش بندی کرتے ہوئے اچانک ان بستیوں پر حملہ کیا اور انہیں شکست دے کر قیدی بنالیا، حضرت جویریہؓ بھی قیدیوں میں سے تھیں اور قبیلے کے سردار کی صاحبزادی تھی۔ آپ ﷺ نے حضرت جویریہؓ سے (ایک واقعہ کے نتیجہ میں) شادی فرمالی۔ نتیجہ کے طور پر عام مسلمانوں نے اپنے زیر قبضہ بنی مصطلق کے تمام قیدی رہا کر دیے کہ رسول اللہ کے سسرال قبیلے کو کیسے غلام اور قید میں رکھا جاسکتا ہے (یہ لگ بھگ دو سو گھرانے تھے)۔ چنانچہ یہ سب لوگ مسلمانوں کے اس حسن سلوک سے متاثر ہو کر مسلمان ہوگئے اور اسلام کے دست وبازو بن کر اسکی طاقت بڑھانے میں مددگار ہوئے، اس طرح اسلام کو اس شادی کی بدولت سیاسی مفادات حاصل ہوئے۔

جب آپؐ نے حضرت میمونہؓ سے شادی کی جو نجد کے ایک جنگجو قبیلے کے سردار کی خواہر نسبی تھی اور یہ وہ سرکش قبیلہ تھا جس نے کچھ عرصہ قبل مسلمانوں کے تبلیغی وفد کے ۷۰ ارکان شہید کر دیئے تھے رسول اللہؐ کا مطیع بن گیا۔

حضرت ام حبیبہؓ جو مکہ کے سردار ابوسفیان کی صاحبزادی تھیں ان سے آپؐ کی شادی نے فتح مکہ میں کلیدی کردار ادا کیا اور اپنی بیٹی کی شادی کے بعد ابوسفیان کبھی آپ کے مقابلے میں نہیں آیا۔

حضرت صفیہؓ یہودی قبیلے کے ایک سردار کی بیٹی تھیں اور آپؐ سے ان کی شادی کے بعد یہودیوں کا رویہ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں یکسر تبدیل ہو گیا۔

حضرت حفصیہؓ سے آپؐ کی شادی حضرت عمرؓ کی تالیف قلب کیلئے اور انکا غم ہلکا کرنے کی وجہ سے تھی کہ وہ اپنی مطلقہ بیٹی کے بارے میں پریشان تھے اتنے میں آپؐ نے ان سے نکاح فرمالیا۔

اور حضرت عائشہؓ سے آپؐ کا شادی کرنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسی عظیم شخصیت سے مزید قربت کا باعث بنا۔

اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ سے نکاح ایک دیرینہ رسم کے قلع قمع کرنے کیلئے تھی۔

اگر ہم ان مقاصد اور حکمتوں کو دیکھیں تو آپ کی تمام شادیاں اشاعت اسلام اور مسلمانوں کے حق میں راہ ہموار کرنے کیلئے تھی۔اس لئے ہمیں یہ یقین ہونا چاہیے کہ آپ ﷺ کی ان شادیوں کے پس پردہ بھی خدائی حکمت کارفرما تھی اور چونکہ پیغمبر کا کوئی بھی فعل اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اجازت کے بغیر نہیں ہوتا[49]۔

سامی مذہب میں طریقہ نکاح کا تقابلی جائزہ:

اگر مذہبی تعصب سے ہٹ کر حقیقت پسندانہ طور پر ہم بین المذاہب نکاح کے تصور کو دیکھیں تو دین اسلام ہی واحد مذہب ہے جس نے عورت کو اسکے تمام حقوق دیئے، دوسرے مذاہب میں حقوق تو کیا عورت انسانیت کی صف میں ہی نہیں ملتی، اگر ہم مذاہب کا مختصر تقابلی جائزہ کریں تو حقیقت حال خود بخود واضح ہو جاتی ہے۔

مذہب یہودیت میں نکاح کا تصور تو پایا جاتا تھا مگر اتنا آزاد قانون تھا کہ عورت کے ساتھ جب چاہے نکاح کرلو اور جب چاہے چھوڑدو، عورت کو صرف ایک مال اور جائیداد سے آگے کچھ نہ سمجھتے تھے۔

مذہب عیسائیت میں بھی نکاح کا تصور تھا لیکن اس میں حد سے زیادہ سختی تھی پہلے تو نکاح سے منع کیا جاتا اور رہبانیت کی تعلیم دی جاتی اور وہ سمجھتے تھے کہ نکاح اور خدا ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے، عورت اللہ کے راستے میں رکاوٹ ہے لیکن اگر کوئی نکاح کر بھی لیتا تو پھر اسے عورت کو پوری زندگی چھوڑنے کا اختیار نہ تھا سوائے بدکاری کے ثبوت کے بعد۔

مذہب اسلام میں بھی نکاح کا تصور ہے لیکن اسلام نے مرد اور عورت دونوں کے الگ الگ حقوق مقرر کئے ہیں، اگر مرد کو طلاق کا اختیار دیا ہے تو عورت کو مظلوم نہیں رکھا بلکہ اسے مرد کے ظلم اور بے وجہ قید سے آزادی کیلئے خلع کا حق دیا ہے۔ اگر مرد کو تعدد نکاح کی اجازت دی تو ساتھ اسے حقوق بھی بتلائے کہ اگر ان پہ عمل نہ کیا تو پھر "عذاب الیم" ہے۔

الغرض اگر ہم تقابلی نظر سے دیکھیں تو یہودیت میں بہت زیادہ افراط ہے کہ کوئی قانون ہی نہیں، اور عیسائیت میں بہت ہی زیادہ سختی کا تصور ملتا ہے۔ لیکن ان کے بعد اسلام نہ بالکل آزادی کے حق میں ہے اور نہ بالکل سختی کے، بالکل ان کے درمیان ایک اعتدالی طریقے پر زندگی بسر کرنے کا درس دیتا ہے۔

نتائج البحث:

ہر مذہب کی اساس اور ترقی کی بنیاد درحقیقت اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے قوانین کی فرمان برداری اور وقت کے نبی کی سیرت اپنانے میں ہوا کرتی ہے۔ اگر کوئی قوم ان کو فراموش کر بیٹھے تو وہ نہ صرف خود ذلت اور پستی کا شکار ہوتی ہے بلکہ رہتی دنیا میں اسے طرح طرح کی مشکلات اور حوادثات کا سامنا کرنا پڑتا ہے بسا اوقات تو وہ مذہب دنیا سے اپنا نام ونشان ہی کھو بیٹھتا ہے۔

یہود و نصاری کا طریقہ بھی یہی رہا کہ انہوں نے انبیآء کی تعلیمات کو توڑ مروڑ کر ان میں اپنے خودساختہ قواعد کو شامل کیا جو انکے مذہب پر معاشرتی اور اخلاقی طور پر براہ راست اثرانداز ہوا۔ اور یہ تحریف نہ صرف انکے مذہب کیلئے مشکل ثابت ہوئی بلکہ خود انکے لئے بھی قدم قدم پہ مشکلات پیدا کرتی چلی گئی۔ درج ذیل وجوہات کی وجہ سے:

- یہود و نصاری نے عورت کے ساتھ جانور کی طرح سلوک کیا اور اسے اپنی ملک سمجھا۔
- نکاح کے رسم ورواج کو مٹا کر ''گرل فرینڈ'' کلچر عام کیا۔
- نصاری نے ابتدائً عورت کو اللہ اور بندے کے درمیان تعلقات میں ایک خلیج اور حائل مانا۔
- نصاری نے ایک خاص قسم کے طبقے کیلئے نکاح اور عورت کے ساتھ تعلقات کو ناجائز اور حرام قرار دیا۔
- میاں بیوی میں طلاق کا تصور ختم کیا۔
- بیوہ کیلئے نکاح ثانی پر پابندی لگائی۔

انہی وجوہات اور انکیے علاوہ متعدد وجوہات کی بنا پر یہ مذاہب اخلاقی حوالے سے ایک بھیانک تصویر پیش کرنے لگے انکے خودساختہ قوانین کی تباہ کاریاں روزروشن کی طرح عیاں ہیں۔ حتی کہ عام لوگوں نے اپنے اہل خانہ کو چرچ میں جاکر عبادت سے بھی روک لیا کیونکہ چرچ کا ماحول پادریوں اور پوپ پر ناجائز پابندیوں کی وجہ سے انتہائی شرمناک حرکتوں مرکز بنا ہوا تھا۔

اگر ہم انکے ابنیآء کی اصل تعلیمات کو دیکھیں تو وہ سراسر انکی خودساختہ تعلیمات کے برعکس تھیں لیکن دین دشمن لوگوں نے اس میں تحریف کی۔ اسکے برخلاف اگر اسلامی تعلیمات کا جائزہ لیں تو اسلام کی ترقی اور نشرواشاعت درج ذیل قوانین کی وجہ سے ہے:

- اسلام میں مرد اور عورت کے حقوق مساوی ہیں۔
- نکاح اور طلاق کے مکمل احکامات موجود ہیں۔
- تعدد ازدواج کے تصور کے ساتھ ساتھ عورت کے لئے خلع کا بھی تصور ہے۔
- بیوہ کو عدت کے بعد نکاح ثانی کی اجازت بھی ہے۔

انہی اصل تعلیمات کی وجہ سے اور اللہ کے بتائے ہوئے احکامات پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں اسلام ان خامیوں اور افسردہ واقعات سے تہی دامن ہے۔ لیکن ہم چونکہ اسلامی تعلیمات فراموش کئے بیٹھے ہیں اس لئے نکاح اور اسکے متعلقہ احکامات ہماری نظروں سے ہی اوجھل ہوتے جارہے ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

1 سورۃ البقرۃ:۲۲۸

2 سورۃ البقرۃ:۲۳۰

3 ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز، "رد المحتار علی الدر المختار"، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۲ھ-۱۹۹۲ء، ج:۳، ص:۴

4 سورۃ النسآء:۶

5 ابراھیم مصطفی، احمد زیات، حامد عبد القادر، محمد الغار، "معجم الوسیط" دار الفکر، بیروت، ۲۰۱۰ء، ج:۲، ص:۹۵۱

6 ابن حجر، احمد بن محمد العسقلانی، "فتح الباری"، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س ن، ج:۹، ص:۱۲۸

7 رد المحتار علی الدر المختار، ج:۳، ص:۱۵

8 سورۃ المؤمنون:۶

9 مولانا جمیل احمد سکروڈھوی، "اشرف الھدایہ"، دار الاشاعت کراچی، ۲۰۰۶ء، ج:۴، ص:۱۹

10 ابو الحسن برھان الدین علی بن ابو بکر المرغینانی، "الھدایۃ"، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س ن، ج:۲، ص:۳۲۴-۳۲۵

11 مولانا ادریس کاندھلوی، "معارف القرآن"، مکتبہ حسان بن ثابت، ، ۱۴۳۴ء، ج:۲، ص:۱۷۹

12 سورۃ آل عمران:۶۷

13 عہد نامہ عتیق، "پیدائش" باب:۳، آیت:۱۲ تا ۱۴، بائبل سوسائٹی لاہور

14 پیدائش، باب:۳، آیت:۱۶

15 خروج، باب:۲۲، آیت:۱۶

16 استثناء، باب:۲۲، آیت:۲۸-۲۹

17 ابن القیم جوزی، "یہود و نصاری تاریخ کے آئینہ میں"، مترجم: زبیر احمد سلفی، نعمانی کتب خانہ لاہور، س ن، ص:۲۹۸-۲۹۹

18 پیدائش، باب:۳، آیت:۱۵-۱۶

19 تواریخ اول، باب:۲، آیت:۲۴

20 مفتی سید احمد علی، "عورت اسلام کی نظر میں"، مکتبہ ادب انار کلی لاہور، ۱۹۷۶ء ص:۳۸

21 متی، باب:۱۹، آیت:۴ تا ۶؛ استثناء، باب:۲۵، آیت:۵

22 متی، باب:۱۹، آیت:۴-۵

23 متی، باب:۱۹، آیت:۸-۹

24 استثناء، باب:۱۱، آیت:۸-۱۰

25 پروفیسر ساجد میر، "عیسائیت تجزیہ و مطالعہ"، دار السلام، س ن، ص:۳۹۳

26 متی، باب:۶، آیت:۲۵؛ لوقا: باب:۱۴، آیت:۳۳

27 غزالی، مکاشفۃ القلوب، مکتبہ دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۹۰ء، ص:۴۵۴؛ غلام رسول چیمہ، پروفیسر، "مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ"، چوہدری غلام سنز، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص:۴۷۷

28 سورۃ الرعد:۳۸

29 سورۃ الفرقان:۵۴

30 بخاری، محمد بن اسماعیل، "صحیح البخاری"، الطاف اینڈ سنز، ۱۴۲۹ھ، ۲۰۰۸ء، ج:۳، ص:۱۴۴۴

31 ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن سورۃ، "جامع الترمذی"، مکتبہ رحمانیہ، ج:۱، ص:۳۳۳

32 بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، ج:۳، ص:۱۴۴۴

33 ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن سورۃ، جامع الترمذی، ج:۱، ص:۳۳۴

34 سورۃ النور:۳۳

35 سورۃ الاعراف:۱۸۹

36 سورۃ الروم:۲۱

37 ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، دارالاشاعت کراچی، ۱۹۹۹ء، ج:۱، ص:۳۲۴؛ مفتی محمد شفیع عثمانی، "معارف القرآن"، ادارۃ المعارف کراچی، ۲۰۰۹ء، ج:۱، ص:۵۱۲

38 سورۃ النسآء:۱۹

39سورۃ البقرۃ:۲۲۸

40 سورۃ النسآء:۳۴

41 سورۃ النحل:۹۷

42 ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج:۱، ص:۳۲۶\ڈاکٹر حافظ محمد عثمانی، "محسن انسانیت"، دارالاشاعت، ۱۹۹۹ء، ص:۲۲۹

43 پیدائش، باب:۱۶، آیت:۱ تا ۱۶

44 عبرانیون، باب:۱۳، آیت:۴

45 متی، باب:۵، آیت:۱۸

46 مفتی شفیع عثمانی، معارف القرآن، ج:۱، ص:۵۱۴

47 سورۃ النسآء:۳

48 مولانا محمد ادریس کاندھلوی، معارف القرآن، ج:۲، ص:۱۳۳ تا ۱۳۶

49 مسلمان عورت، مترجم سید خالد جاوید مشہدی، مکتبہ بیکن بکس، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۷ء، ص:۷۶